ماھنامہ

حکمت بالغہ

مارچ 2008

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس: 0092-47-7628361

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ www.hamditabligh.net پر حکمت بالغہ کے تمام شمارے دستیاب ہیں

فرمانِ خداوندی

سورة الحديد 20 تا24

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا

جان رکھو کہ دنیا کی زندگی

لَعِبٌ وَّ لَهۡوٌ وَّ زِیۡنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیۡنَکُمۡ

محض کھیل اور تماشا اور زینت (وآرائش) اور تمہارے آپس میں فخر (وستائش)

وَتَکَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ

اور مال واولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (وخواہش) ہے

کَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡکُفَّارَ نَبَاتُهٗ

(اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش (کہ اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے

ثُمَّ یَهِیۡجُ فَتَرٰىهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَکُوۡنُ حُطَامًا

پھر وہ خوب زور پر آتی ہے (اے دیکھنے والے) تو اس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر)

زرد پڑ جاتی ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے

وَ فِی الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ۙ وَّ مَغۡفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضۡوَانٌ

اور آخرت میں (کافروں کے لیے) عذابِ شدید اور (مومنوں کے لیے)

اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے

وَ مَا الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ

اور دنیا کی زندگی تو متاعِ فریب ہے

سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

(بندو) لپکو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف

وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ

اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے

اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ

کوئی مصیبت ملک پر اور خود تم پر نہیں پڑتی

اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا

مگر پیشتر اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے

اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ

(اور) یہ (کام) اللہ کو آسان ہے

لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ

تاکہ جو (مطلب) تم سے فوت ہو گیا ہو اس کا غم نہ کھایا کرو

وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ

اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترایا نہ کرو

وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ

اور اللہ کسی اترانے اور شیخی بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا

الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ وَ یَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ

جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں

وَ مَنۡ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ

اور جو شخص روگردانی کرے تو اللہ بھی بے پرواہ ہے (اور) وہی سزاوار حمد (وثنا) ہے

تخلیق اور ارتقاء(3)

ساجد محمود مسلم

''ارتقاء'' کائنات میں جاری مسلمہ اصولِ فطرت ہے تاہم کائناتی وحیاتیاتی ارتقاء کے متعلق ہر تصور صحیح نہیں۔خصوصاً چارلس ڈارون کا مخصوص تصوّرِ ارتقائے اکبر قرآنی تصوّرِ تخلیقِ اُمَم کے یکسر منافی ہے، جملہ حیاتیاتی شواہد ''ارتقائے اکبر'' کی نفی کرتے ہیں بالخصوص زندہ رکازات، ہر امّہ کا اصلی کروموسوم نمبر اور مخصوص جینوم وغیرہ ارتقائے اکبر کی تردید کا بیّن ثبوت ہیں۔ان شواہد کی مزید تفصیل ذیل میں ملاحظہ کیجئے

جینوم کی شہادت (EVIDENCE FROM GENOMICS)

ہر نوع کا جینوم مخصوص نوعیت کا ہوتا ہے، لہٰذا ایک سادہ نوع سے مختلف اور پیچیدہ تر نوع کے ارتقاء کے لئے ضروری ہے کہ جینوم میں نئے اور منفرد جینز کا یکدم اضافہ ہو۔مثال کے طور پر ڈارون پرستوں کا دعویٰ ہے کہ کسی رینگنے والے جانور کے ارتقاء سے پرندے وجود میں آئے تھے۔ہم جانتے ہیں کہ رینگنے والے جانوروں میں پرندوں جیسے پروں (FEATHERS) کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ماضی میں بھی پروں والے رینگنے والے جانور کا کوئی سراغ نہیں ملتا کیونکہ اس کی رکازی شہادت موجود نہیں۔آرکیوپیٹرکس(ARCHYOPTERIX) جسے رینگنے والے جانوروں اور پرندوں کی انتقالی شکل(TRANSITIONAL) کے طور پر پیش کیا جاتا ہے،اکثر ماہرین طیوریات (ORNITHOLOGY) کے نزدیک ایک مکمل پرندہ تھا۔

پرندوں کے پر محض اتفاقاً پیدا نہیں ہوتے بلکہ ان کی تشکیل کے لئے ایک منظّم و مرتب منصوبہ کام کرتا ہے۔خلوی سطح پر ایک پیچیدہ اور مکمل نظام پروں کی تشکیل کا باعث بنتا ہے۔DNA اورRNA کے سینکڑوں نیوکلیوٹائڈز صرف پروں کی تشکیل کے لئے وقف ہوتے ہیں۔ DNA سے جینز وہ مخصوص پروٹینز (PROTEINS) بنانے کی ہدایات جاری کرتے ہیں جو پروں کی بناوٹ کے لئے ضروری ہیں۔RNA ان ہدایات کے تحت وہی مخصوص پروٹینز بناتا ہے۔ یہاں پروں کی تشکیل کے طویل اور پیچیدہ عمل کو نہایت ہی سادہ اور مختصر سے لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ان کی اصل پیچیدگی اور نظم و ربط سے ماہرین بخوبی آگاہ ہیں۔

اس بیان کا مقصد یہ ہے کہ پروں کو تشکیل دینے والے بیسیوں جینز پرندوں میں کہاں سے وارد ہوئے؟ رینگنے والے جانوروں میں تو یہ جینز سرے سے پائے ہی نہیں جاتے پھر ان کے ارتقاء سے پرندے کیسے وجود میں آ سکتے تھے۔ جبکہ یہ معلوم حقیقت ہے کہ کروموسومز کے انحرافات یا جینی تغیرات کے ذریعے نئے منفرد جینز پیدا نہیں ہوتے بلکہ پہلے سے موجود جینز کی ترتیب بدلتی ہے یا ان میں کمی ہو جاتی ہے یا انہی جینز کی نقول (COPIES) کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ 1970ء میں سسمو اوہنو (SUSMO OHNO) نے جین ڈپلیکیشن (GENE DUPLICATOIN) یعنی پہلے سے موجود بعض جینز کی نقول کے اضافہ کو پیچیدہ تر انواع اور نئے منفرد اعضاء کی تشکیل کا سب سے بڑا منبع قرار دیا تھا مگر 35 سال گزرنے کے باوجود جدید ترین ٹیکنالوجی کے علی الرغم، اس مفروضہ کی کوئی تجرباتی شہادت فراہم نہیں کی جا سکی۔ اس کے برعکس شعاع ریزی (RUDIATION) اور تغیرات پیدا کرنے والے کیمیائی مادے کے مسلسل استعمال کے باوجود، ڈروسوفلا میں آج تک ایک بھی نیا منفرد اور کارآمد عضو پیدا نہیں ہوا۔ ڈارون پرست حقیقت سے ناواقف عوام کو چکمہ دینے کے لئے ایک عموماً مثال پیش کرتے ہیں جسے اینٹینا پیڈیا (ANTENNAPEDIA) کہتے ہیں۔ یہ اصطلاح اس جینی تغیر کے لئے وضع کی گئی ہے کہ جو ڈروسوفلا میں واقع ہوا اور اس کے نتیجے میں ڈروسوفلا کے محاسے (ANTENNA) کی جگہ پر ٹانگیں پیدا ہو گئیں۔ ڈروسوفلا میں مختلف اعضاء کے مقام پیدائش کے تعین کے لئے جینز کا ایک سیٹ مخصوص ہے جسے HOX کہتے ہیں۔ اس کی فطری ترتیب سے اعضاء اپنے فطری مقام پر پیدا ہوتے ہیں۔ البتہ اس میں تغیر کی وجہ سے ٹانگیں، محاسوں کی جگہ ابھر آتی ہیں اور محاسے غائب ہو جاتے ہیں۔ غلط جگہ پر ٹانگوں کے ابھرنے کو ایک نئے منفرد کارآمد اور اعضاء کی تشکیل کی دلیل قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ٹانگوں کے بننے کی ہدایات پر مشتمل جینز پہلے سے موجود تھے صرف ان کی ترتیب میں تبدیلی سے اضافی ٹانگیں غلط جگہ پر ابھر آئیں۔ لہٰذا اس صورت میں نہ تو نئے جین پیدا ہوئے نہ ہی اس کے نتیجے میں کوئی نیا منفرد اور کارآمد عضو پیدا ہوا۔ اس کے برعکس ڈروسوفلا کی مذکورہ نسل اپاہج اور معذور ہو گئی جو اس بات کی دلیل ہے کہ اگر فطرت میں بھی واقعتاً اس طرح کے اتفاقی (RANDOM) تغیرات سے کوئی عضو نمودار ہو بھی جائے تو

وہ اس جاندار کو معذور اور نااہل بنا دے گا۔ درحقیقت انٹینا پیڈیا کی اس مثال کو زیادہ سے زیادہ جینی تغیرات (GENE MUTATIONS) کے وقوع کی دلیل قرار دیا جاسکتا ہے وہ بھی مضر یا غیر مفید تغیرات کی دلیل۔

معلوم ہوا کہ ایک سادہ نوع سے پیچیدہ تر اور منفرد نوع کے ظہور کے لئے جینوم میں ایسے غیر معمولی تغیرات کی ضرورت ہے جو بیک وقت بہت سی نئی اور مفید خصوصیات کا باعث بن سکیں۔ یاد رہے کہ مفید تغیرات کسی نوع کی آبادی میں موجود تمام یا اکثر افراد میں بیک وقت واقع نہیں ہوتے۔ بلکہ چند ہی افراد میں کوئی ایک آدھ مفید تغیر واقع ہوتا ہے، جبکہ کسی رینگنے والے جانور سے کسی پرندے کے ارتقاء کے لئے بہت سے مفید تغیرات کا بیک وقت ایک ہی فرد میں واقع ہونا ضروری ہے ورنہ پرندوں میں پروں کے ظہور کی کوئی حقیقت پسندانہ توجیہہ وتشریح نہیں کی جاسکتی۔لیکن یہ معلوم ومسلمہ حقیقت ہے کہ ایک ہی فرد میں بیک وقت اس قدر منظّم جینی تغیرات کا وقوع محال عقلی ہے جو پروں کی تشکیل میں ملوث پیچیدہ نظام وضع کر سکیں۔ ماحول میں کتنی ہی شدید تبدیلیاں ہوں جینی تغیرات کا وقوع کتنا ہی قریب الامکان ہو کسی رینگنے والے جانور کی نوع سے پرندے پیدا نہیں ہوسکتے۔

یہاں پرندوں کے پروں کی مثال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی بھی نیا پیچیدہ مفید عضو اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتا جب تک جینوم میں شدید قسم کی تبدیلیاں رونما نہ ہوں اور یہ معلوم حقیقت ہے کہ کسی بھی نوع کا جینوم اس نوعیت کی غیر معمولی شدید تبدیلیوں کا متحمل نہیں ہوسکتا۔اگر کبھی اس نوعیت کی تبدیلی کسی نقص کی وجہ سے پیدا ہو ہی جائے تو اس کے نتیجے میں جنم لینے والا جاندار انتہائی ناقص (DEFECTED) ،عجیب الخلقت (MALFORMED) اور معذور ہوتا ہے جو اپنی آئندہ زرخیز نسل پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا۔جبکہ ارتقاء کے لئے شرط ہے کہ ظاہر ہونے والے انحرافات نسل در نسل منتقل ہوسکتے ہوں۔

پس جینوم کی اس شہادت سے ڈارون پرستوں کی تمام رہی سہی امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے کیونکہ یہ شہادت ارتقاء اکبر کو قطعی طور پر غیر ممکن اور غیر معقول ثابت کرنے کے لئے حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہم ہر سلیم العقل شخص کو دعوت دیتے ہیں کہ ذرا دیر رک کر اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ کیا ایک جرثومہ (BACTERIUM) اور انسان کا جینوم ایک سا ہے؟ تمام ماہرین جینیات (GENETICES) اور جینومیات (GENOMICS) اس سوال کا جواب متفقہ طور پر نفی میں دیتے ہیں۔ لہٰذا جینوم کی بعض مشابہات کی بنیاد پر عقل یہ فرض کرنے کی اجازت کیسے دے سکتی ہے کہ سپر کمپیوٹر کا خالق حضرت انسان، ایک جرثومے یعنی بیکٹیریم کی ترقی یافتہ شکل ہے؟

فرض کر لیں کہ ابھی 'کیمبرین' دھماکہ دریافت نہیں ہوا، اور زمین صرف چار ارب نہیں بلکہ ایک کھرب سال پرانی ہے۔ کیا جینیات کے حقائق ایک جرثومے سے ترقی یافتہ انسان کے ظہور پر یقین کرنے کی اجازت پھر بھی دیتے ہیں؟ عقل صریح اس کا جواب نفی میں دیتی ہے۔ ہم تخیل پسندوں سے کہتے ہیں کہ آپ شوق سے اپنے مافوق الفطرت اور دیومالائی تخیلات کی فضا میں پرواز کرتے ہوئے ایک بیکٹیریم سے انسان کا ارتقاء ہونے کا تصور باندھیں، مگر خدارا سلیم العقل لوگوں سے اپنے ان ''تخیلات'' کے ماننے پر اصرار مت کریں۔ سلیم العقل لوگ یقین رکھتے ہیں کہ کائنات کے واحد رب نے ہر امۃ کو جدا جدا تخلیق کیا ہے۔ جس کی شہادت تمام جدید تحقیقات دے رہی ہیں۔ لہٰذا آپ بے شک اپنے ان موہوم ''خیالات'' میں مست رہئے مگر 'تخلیق' مت جھٹلایئے جو کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔

بلاشبہ اللہ ﷻ کا فرمان سچا ہے کہ

> ومامن دآبة فی الارض ولا طائر یطیر بجنا حیه الا امم امثالکم (الانعام 38)
>
> ''اور زمین پر چلنے والے تمام جانوروں اور اپنے دو پروں سے اڑنے والے پرندوں کی تم جیسی امتیں ہیں۔''

ڈارون پرستوں کی تضاد بیانی:۔

ارتقاء کے موضوع پر لکھا گیا کوئی مضمون یا اس موضوع پر ضبط تحریر میں لائی گئی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں ڈارون پرستوں نے جانداروں کے مابین مشابہات (RESEMBLANCES) کو موضوع سخن نہ بنایا ہو۔ ایسی ہی مشابہات کے لئے ایک

اصطلاح مماثلت اعضاء یعنی ہومولوجی (HOMOLOGY) کثرت سے مستعمل ہے۔ وہ مماثلت اعضاء کو ارتقاء اکبر کی نہایت قوی اور قائل کرنے والی دلیل قرار دیتے ہیں۔ اکثر کتابوں میں مماثلت اعضاء کیلئے انسانی بازو، پرندے کے بازو(WING)، چھپکلی کی ٹانگ، وہیل (WHALE) کے فلپر اور گھوڑے یا کسی اور چوپائے کی ٹانگ کی مثال دی جاتی ہے۔ ان مذکورہ اعضاء کو مماثل اعضاء (HOMOLGUES) باور کرایا جاتا ہے، حالانکہ ان اعضاء کی صرف بیرونی ہی نہیں بلکہ اندرونی ساخت اور استعمال میں واضح اختلافات موجود ہیں۔ یہ اختلافات اس قدر واضح ہیں کہ خود ڈارون پرست جب مچھلیوں سے جل تھلیوں، جل تھلیوں سے رینگنے والے جانوروں اور ان سے پرندوں اور ممالیہ جانوروں کے ارتقاء کی تفصیلات بیان کرتے ہیں تو انہیں ایک لفظ ''ترمیم'' (MODIFICATION) بار بار استعمال کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ پرندوں کے بازو رینگنے والے جانورروں کی اگلی ٹانگوں کی ترمیم شدہ شکل ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک جانب تو ان دونوں جدا جدا اعضاء کو مماثل قرار دیتے ہیں، یعنی یہ دونوں اعضاء اپنی بناوٹ میں ایک جیسے ہیں اور دوسری جانب یہ بھی کہتے ہیں کہ پرندوں کے بازو ترمیم شدہ شکل ہیں۔ اگر وہ واقعتاً پہلے ہی ایک جیسے ہیں تو ترمیم کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ یاد رہے کہ یہ بحث لغوی نوعیت کی نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت کی عکاسی کرتی ہے وہ یہ کہ جن اعضاء کو یہ ڈارون پرست مماثل قرار دیتے ہیں وہ فی الحقیقت مماثل نہیں کیونکہ ان کی بناوٹ اور کام کی نوعیت میں کوئی مماثلت نہیں مثلاً انسانی ہاتھ میں قلم وغیرہ کو خاص انداز میں پکڑنے کی صلاحیت ہے۔ یہ صلاحیت پرندے یا چمگادڑ کے پر (WING) وہیل کے فلپر، گھوڑے کے سم، مچھلی کے فن یا چھپکلی وغیرہ کے اگلے یا پچھلے پاؤں میں ہرگز موجود نہیں۔ یہی نہیں انسانی ہاتھ سے قریبی مشابہت رکھنے والا چمپنزی یا گوریلا کا ہے۔ جس طرح انسان انگوٹھے، شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی مدد سے قلم پکڑتا ہے، اس انداز میں چمپنزی یا گوریلا سدھانے کے باوجود نہیں پکڑ سکتا۔ اسی طرح پرندے کے بازو اڑنے کے لئے مخصوص ہیں۔ ان کے مقابلے میں انسان، گھوڑا، چھپکلی یا وہیل میں ہوا میں اڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے کیونکہ پرندوں کے بازو کی ہڈیاں اور باقی ہڈیاں اندر سے کھوکھلی ہوتی ہیں جبکہ دوسروں کے ساتھ ایسا نہیں۔ گھوڑے کے سم اس انداز میں تخلیق کئے گئے ہیں کہ

اسے دوڑنے میں آسانی ہواور دوڑتے ہوئے تلوے پہ بھی چوٹ نہ لگے۔ کیا انسان چھپکلی یاپرندے، زمین کی سطح پر گھوڑے کی طرح تیز دوڑ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ۔ وہیل کا فلپر پانی میں تیرنے کے لئے مخصوص ہے، ان فلپرز کی مدد سے وہ سمندر میں میلوں کا سفر مسلسل تیر کے طے کرلیتی ہے ۔کیاانسان غوطہ خوری کا لباس پہننے کے باوجود یا آبی پرندے مثلاً بطخ وغیرہ مسلسل تیرتے ہوئے اس طرح میلوں کا سفر طے کر سکتے ہیں؟

جب کوئی سلیم العقل شخص ان حقایق پرغور کرتا ہےتو اس پر یہ حقیقت چھپی نہیں رہ سکتی کہ مذکورہ بالا اعضاء کومماثل قرار دے کر دھوکہ دیا جاتا ہے تاکہ ڈارون کا یہ مفروضہ تسلیم کرلیا جائے کہ تمام فقاریہ جانور بشمول انسان ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ بالفاظ دیگر انسان، پرندے، ممالیہ جانور، رینگنے والے جانور، جل تھلے اور مچھلیاں سب ایک ہی جداعلی سے ارتقاء پذیر ہونے کی وجہ سے ایک امۃ ہیں۔ اگر مذکورہ اعضاء میں تھوڑی سی مشابہت موجود بھی ہے تب بھی ان اعضاء کے حاملین کوایک امۃ قرار دیناعصر حاضر کی تمام تحقیقات کی نفی کرنے کے مترادف ہے۔ہم اپنے اس دعویٰ کے دلائل رکازات، کروموسومز اور جینوم کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں جن کو یہاں دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

ڈارون کا مذکورہ دعویٰ کہ سب جانور اور انسان ایک امۃ ہیں۔قرآن کے تصور امۃ کے قطعی منافی ہے۔ قرآن نے جانوروں کی امتوں کو انسانی امۃ سے تشبیہ دی ہے۔ ''امـم امثـالـکـم '' کی ترکیب ہمارے اس دعویٰ کے لئے کافی وشافی ہے۔جانوروں کے گروہوں کے لئے عرب محاورہ میں مستعمل لفظ عَـصَـائِب (واحد عِـصَابَة)عَـصَب (واحد عُصُبَة)ابابیل (اس کا واحد نہیں ہے)اَفْرِقَة (واحد فَرِیق) وغیرہ کی بجائے امم کا خصوصی طور پر استعمال واضح کرتا ہے کہ یہاں صرف جانوروں کے گروہوں کی تقسیم بتلانا مقصود نہیں بلکہ ان کی اصل وابتداء کا تصور واضح کرنا ہے۔جس طرح انسانوں کی ابتداء ایک جوڑے سے ہوئی ہےاسی طرح کی ہر امۃ کی ابتداء ایک جوڑے سے ہوئی۔ جانوروں کی امتوں کوانسانوں کی امۃ سے تشبیہ دینے کی یہی معقول وجہ دکھائی دیتی ہے۔واللہ اعلم بالصواب

بعض دیگر قرآنی آیات سے بھی مذکورہ مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

فاطر السمٰوٰت والارض جعل لکم من انفسکم ازواجا
و من الانعام ازواجا (الشوریٰ 11)

''وہی آسمانوں اورزمین کواول بارعدم سے پیدا کرنے والا ہے۔اس نے
تمہارے واسطےخودتمہارےاور جانوروں کے جوڑے پیدا کئے۔''

نیزفرمایا!

سبحٰن الذی خلق الازواج کلھا مماتنبت الارض ومن
انفسھم ومما لایعلمون (یسین 36)

پاک ہےوہ ذات جس نے سب جوڑے پیدا کئے۔خواہ وہ زمین سے اگنے
والے پودے(کے جوڑے)ہوں یاخودان کے اپنے (جوڑے) ہوں یا
ان چیزوں(کے جوڑے)ہوں جنہیں یہ جانتے تک نہیں۔''

قرآن مجیداورعلم جدید (SCIENCE) کی روشنی میں جانداروں کی تخلیق اورعمل تنوع کی حقیقت اب بالکل نکھر کرسامنے آچکی ہے۔امۃ الناس کی ابتداء جس نمائندہ جوڑے کی تخلیق سے ہوئی وہ دیگر جانداروں کی طرح محض پانی سے پیدانہیں کیا گیا بلکہ اولا پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو پانی سے گوندھی ہوئی خاص مٹی یعنی گارے سے متشکل کیا گیا پھررب تعالی نے شرف انسانی کو چار چاند لگانے اورنوع انسانی کوتمام مخلوقات پرفضیلت بخشنے کے لئے اپنی جناب سے ان میں روح پھونک کرانہیں زندہ ومتحرک بنادیا۔یوں ایک جیتا جاگتا،صاحب فہم وعقل اور صاحب زبان انسان معرض وجود میں آیا۔ابوالبشرحضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے مختلف مراحل قرآن میں متفرق مقامات پروارد ہوئے ہیں۔پیدائش کی ابتدائی حالت کے متعلق فرمایا!

الذی احسن کل شیء خلقہ وبدأ خلق الانسان من طین
(السجدہ 7)

''اس نے ہرچیزکوبہت اچھی طرح بنایااورانسان کی پیدائش مٹی سے شروع
کی۔''

مذکورہ مٹی کوئی عام سی مٹی نہ تھی بلکہ مٹی کے تمام اجزاء کا خلاصہ تھی۔جیسا کہ ارشاد ہے

ولقد خلقنا الانسان من سللة من طين (المؤمنون 12)

''اور ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا فرمایا۔''

خاص مٹی کے جوہر میں پانی ملا کے اسے گوندھا گیا جس سے وہ گارے میں تبدیل ہوگئی چنانچہ ارشاد ہے!

فاستفتهم اهم اشد خلقاً ام من خلقنا انا خلقنٰهم من طين لازب o بل عجبت ويسخرون o (الصٰفٰت 11:12)

ان (منکرین حق) سے پوچھو کہ کیا تمہیں پیدا کرنا زیادہ سخت کام ہے یا وہ سب کچھ جو جو ہم نے پیدا کر دیا۔ ہم نے ان (انسانوں) کو چپکتی ہوئی مٹی گارے سے پیدا کیا۔ آپ کو بھلا لگتا ہے۔ اور یہ (اس حقیقت کا) مذاق اڑا رہے ہیں۔''

گارے سے انسان کی پیدائش عقل کے لئے واقعتاً تعجب انگیز ہے مگر جس رب قدیر نے ساری کائنات کو محض عدم سے پیدا فرمادیا اس کے لئے یہ چنداں مشکل نہیں، اسی طرح گارے سے حضرت آدم علیہ السلام کا قالب مبارک تخلیق کیا گیا۔ یہاں تک کہ یہ قالب کچے گھڑوں کی مانند سوکھ کر بجنے لگا۔ جس میں اللہ ﷻ نے اپنی طرف سے روح پھونک دی :۔

خلق الانسان من صلصا ل كالفخّار (الرحمٰن 14)

''اسی (رب) نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنایا۔''

واذقال ربك للملٰئكة انى خالق بشرا من صلصال من حما مسنون o واذا سويته و نفخت فيه من روحى فقعوا له سٰجدين o (الحجر 28:29)

''اور جب تمہارے رب نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں خمیر اٹھے ہوئے گارے سے جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے، ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں تو جب میں اسے پوری طرح بنادوں اور اس میں اپنی جناب سے روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ ریز ہوجانا۔''

یہ بشر یا انسان جس کا مذکورہ بالا آیات میں تذکرہ ہوا ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کو انتہائی معجزانہ انداز میں بن ماں باپ کے محض مٹی کے جوہر خاص سے پیدا فرمادیا۔ ارشاد ہے:

ان مثل عیسی عنداللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال
لہ کن فیکونo الحق من ربک فلاتکن من الممترینo
(آل عمران 60:59)

''یقیناً اللہ کے نزدیک عیسی (علیہ السلام) کی مثال آدم (علیہ السلام) جیسی ہے۔
جنہیں اس نے مٹی سے بنایا پھر ان سے فرمایا کہ (زندہ) ہو جا پس وہ (زندہ)
ہو گئے۔ یہ بات تمہارے رب کی جانب سے بالکل سچ ہے، تم شک کرنے
والوں میں شامل نہ ہو جانا۔''

اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو بن باپ کے خصوصی طور پر معجزانہ انداز میں تخلیق فرمایا گیا۔ اسی مناسبت سے انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی مثل قرار دیا گیا ہے۔ اس حقیقت سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ایک فرد واحد مشخص کا نام گرامی ہے۔ جن کا کوئی باپ نہ تھا۔ کوئی دوسرا انسان یا ''حیوان انسان'' آپ کی خصوصی تخلیق کے وقت موجود نہ تھا۔ چنانچہ آپ ہی ہر اعتبار سے ابوالبشر ہیں، روحانی اعتبار سے بھی اور جسمانی اعتبار سے بھی، اہل السنہ والجماعہ کا ہمیشہ سے یہی عقیدہ چلا آرہا ہے۔ یہ عقیدہ ''عوامی ایجاد'' نہیں بلکہ جمہور مفسرین اور دیگر علمائے اسلامی یہی عقیدہ بیان کرتے آئے ہیں: (10)

حضرت آدم علیہ السلام کی خصوصی تخلیق کے بعد انہی کی جنس سے ان کی زوجہ محترمہ حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وخلق منھا زوجھا
''اور اسی کی جنس سے اس کی بیوی کو پیدا کیا''

حضرت حوا علیہا السلام کی تخلیق کی تفصیلات قرآن اور صحیح احادیث میں مفقود ہیں۔ البتہ صحیح احادیث میں اتنا اشارہ ضرور ہے کہ عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔ شارحین حدیث

کے ہاں پسلی سے عورت کی تخلیق کے مفہوم میں کافی اختلاف موجود ہے۔عصری تحقیقات کی روشنی میں دیکھا جائے تو عین ممکن ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی یا پہلو کے کسی ایک خلیہ (CELL) کی نقول تیار کی گئی ہوں اوراس کی کلوننگ (CLONING) سے حضرت حوا پیدا ہوئی ہوں۔ صنف تبدیل کرنے کے لئے وائی کروموسوم کی تحذیف (DELETION) اور ایکس کروموسوم کا اضعاف (DUPLICATION) چنداں بعید نہیں (واللہ اعلم بالصواب ویخلق مایشاء)

غرضیکہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام دونوں کی تخلیق عام قاعدہ تزویج سے نہیں بلکہ بن ماں باپ کے ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر (سب انسانوں کے باپ) اور حضرت حوا علی ہ علیہما السلام ام البشر (سب انسانوں کی ماں) ہیں۔ انسانوں کا وائی کروموسوم ثابت کرتا ہے کہ سب انسانوں کا باپ ایک ہی تھا۔ اسی طرح سب انسانوں کا مائٹو کونڈریل ڈی این اے (MITOCHONDRIAL DNA) ثابت کرتا ہے کہ سب انسانوں کی ماں ایک ہی تھی، حیاتیات (BIOLOGY) کے شعبہ سے منسلک ماہرین مذکورہ حقائق سے بخوبی واقف ہیں۔

قرآن وحدیث کے متفقہ عقیدہ تخلیق کے برعکس ڈارون اوراس کے متبعین کا فرضی تخیل ہے کہ بندروں جیسے کسی ممالیہ جانو میں عمل تنوع واقع ہونے کی وجہ سے بوزنے (APES) اور اولین وحشی انسان آسٹریلو پتھیکس (AUSTRALOPITHECUS) ظہور پذیر ہوئے۔ اسی حیوان نما انسان یعنی آسٹریلو پتھیکس میں ترقی ہوئی تو ہومو ہیبلیس (HOMO HABILIS) نامی انسان وجود میں آئے۔ پھر اس نوع میں اور ترقی کے نتیجہ میں اولین سیدھے چلنے والے وحشی انسان ہومو اریکٹس (H. ERECTUS) زمین پر نمودار ہوئے۔ انہی وحشی انسانوں نے ترقی کرکے درجہ بدرجہ موجودہ انسانوں کی شکل اختیار کرلی۔

''ارتقاء اکبر'' کے اس آخری درجہ کے متعلق گھڑے گئے سارے خاکے اور قصے نہایت نامعقول اور احمقانہ ہیں۔ یہ سارے قصے اور مفروضے نامکمل ڈھانچوں اور ہڈیوں کے چند ٹکڑوں کی بنیاد پر گھڑے گئے ہیں۔ ان فرضی خاکوں میں رنگ بھرنے اور چمک دمک پیدا کرنے کا سارا کام الحاد پرستوں کے ملحدانہ تخیلات نے سرانجام دیا ہے۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جن قدیم ترین ڈھانچوں کو انسانی ڈھانچے قرار دیا جارہا ہے وہ درحقیقت قدیم بوزنوں ہی کی بعض

انواع سے تعلق رکھتے ہیں جو موجودہ بوزنوں کی نسبت زیادہ سیدھا کھڑے ہو سکتے تھے۔ ان ڈھانچوں کے غیر انسانی ہونے کی یہ دلیل ہے کہ قرآن مقدس میں قوم عاد کا بیان اور احادیث صحیحہ میں حضرت آدم علیہ السلام کا قد 60 ذراع (تقریباً 90 فٹ) ہونے کا ناقابل تردید بیان ثابت کرتا ہے کہ قدیم ترین انسان نہایت بلند قامت اور قوی الجثہ تھے۔ جس کی عصری شہادت کرومینن انسان (CROMAGNON) یعنی ہوموسیپی انزنیدرتھیلنسز (HOMO SAPIENS NEADERTHELENSIS) کے عظیم الجثہ ڈھانچے ہیں جن میں سے بعض کی دماغی وسعت 1800 سی سی تک پہنچ چکی ہے جبکہ موجودہ انسانوں کی اوسط دماغی وسعت صرف 1450 سی سی ہے۔

ان انسانی ڈھانچوں کے برعکس HOMO SAPIENS کے سوا ہومی نیڈی (HOMINIDAE) خاندان کی باقی تمام انواع کی اوسط دماغی وسعت محض 600 سی سی ہے۔ یہ دماغی وسعت انسان کے مقابلے میں گوریلا (GORIALLA) کے زیادہ مشابہ ہے جس کی اوسط دماغی وسعت 510 سی سی ہے۔ لہٰذا ہومی نیڈی خاندان کی تمام انواع سوائے HOMO SAPIENS کے، درحقیقت قدیم بوزنوں کی انواع ہیں انسانوں کی نہیں۔

مندرجہ بالا سطور میں بوزنوں اور انسانوں کے مابین صرف دماغی وسعت کا موازنہ کیا گیا ہے جو تنہا انہیں جدا جدا امۃ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے تاہم ان کے مابین جسمانی نقوش و بناوٹ کا جس انداز سے بھی موازنہ کیا جائے، انہیں ایک ہی جد اعلیٰ کی اولاد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہی نہیں بلکہ وہ اصل امتیازات جن کی وجہ سے حضرت انسان کو باقی تمام مخلوقات حتیٰ کہ ملائکہ پر بھی فوقیت حاصل ہے، ان میں بوزنوں کو ذرا بھی ساجھا نہیں۔ انبیاء میں وحی الٰہی کو وصول کرنے اور سمجھنے کی صلاحیت، من حیث النوع تمام انسانوں میں مرتب الفاظ کی صورت میں اپنے تخیلات اور مافی الضمیر کو بیان کرنے کی غیر معمولی صلاحیت، سپر کمپیوٹر کو تخلیق کرنے اور اسے مات کر دینے والی بے مثل ذہانت، ہاتھوں کے انگوٹھوں کی مدد سے گرفت (GRIP) کرنے کی صلاحیت، فطری حیا مثلاً شہوت کی صورت میں ماں، بہن، بیٹی، اور بیوی میں تمیز کرنے کا جذبہ وعادت اور دیگر تمام مکارم اخلاق جو فی الواقعہ انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ تمام بڑے دماغ

والے میملز میں ہی نہیں بلکہ تمام جانوروں میں مفقود ہیں۔ پس نفخ روح ربانی کے باوجود ہم کیسے مان لیں کہ انسان ایک حیوان محض ہے اور بس۔

ہم ببانگ دہل کہتے ہیں کہ جس طرح حیوانات، نباتات کے ساتھ بہت سی مشابہتیں رکھنے کے باوجود نباتات میں شمار نہیں کئے جاتے اسی طرح انسان کی جانوروں کے ساتھ چند مشابہتوں کی بناء پر اسے جانور قرار دے کر عالم حیوانات (KINGDOM ANIMILIA) کا ایک ادنٰی فرد قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ یہ مروجہ تقسیم سراسر لغو اور حیاتیاتی حقائق کی نفی کرتی ہے۔ لہٰذا ہم مذہبی تعصب کی بناء پر نہیں بلکہ حیاتیاتی حقائق کی برتری کے لئے مروجہ انسانی درجہ بندی (CLASSIFICATION) کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ماہرین حیاتیات کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ عالم نباتات (KINGDOM PLANTA) اور عالم حیوانات (KINGDOM ANIMALIA) کے متوازی تیسرا گروہ عالم انسانیہ (KINGDOM ANTHROPIA) کا وجود تسلیم کرتے ہوئے عالمی سطح پر اس کی تنفیذ کو یقینی بنائیں۔ رہے اہل اسلام اور علمائے یہودیت وعیسائیت تو ان کے لئے اس حقیقت کو تسلیم کرنے اور اس کی تشہیر کرنے میں کوئی امر مانع نہیں۔

10۔ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہؒ جلد 17 صفحہ 259,267 جلد 16 صفحہ 261